شریعت اسلامی اور وضعی قانون میں ضرورت کا مفہوم اور اس کا دائرہ کار(Limitation)

ڈاکٹر زینب امین * رشاد احمد **

ABSTRACT:

The Concept and Limitation of Necessity in Isl┐ mic Shar┘ 'ah and Positive Law

This article aims to study the Islamic law of necessity (╔ ar┴ rah) with comparison to positive law. It discusses the law both theoretically and analytically. It argues that Islamic Shar┘ 'ah is flexible and not rigid and that is why it acknowledges the law of necessity to cope up with the problems arise and reduce the harm from the lives of its followers.

Key words: Isl┐ mic Shar┘ 'ah, Positive Law, Necessity, Limitation.

اسلامی شریعت کی بنیاد معاشرے کے مصالح پر ہے، انسانوں کی دنیوی اور آخروی زندگی کے لیے بنیادی مصالح اور ضرورتیں درکار رہیں، شریعت اسلامیہ نے ان کو سامنے رکھتے ہوئے اوامر نواہی کے احکامات وضع کیے ہیں۔شریعت کے اس اصول سے کہ "جلب منفعت اور دفع مضرت" کو بنیاد بنا کر یہ ثابت ہوسکے کہ شریعت نے کن کن مواقع پر ضرورت کے تحت استفادہ کرنا ممکن ہے۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں اس موضوع پر عدالتوں اور قانون ساز اداروں میں خاصہ بحث ومباحثہ ہوتا ہے، بعض حالات ایسے بھی سامنے آجاتے ہیں، کہ نظریہ ضرورت کی بنیاد پر دوسروں کو حق سے محروم کیا جاتاہے، یا پھر ان کے لیے ضرر کا باعث بن جاتے ہیں اور بعض اوقات خواہش کو ضرورت بناکر یہی اصول اپنا لتے ہیں۔

درحقیقت اسلام رحمت، سہولت اور نرمی کا دین ہے اور یہ بات قرآن وسنت سے ثابت شدہ ہے۔ اسی لیے احکام شرعیہ میں لوگوں کی سہولت وآسانی کا خیال اوراہتمام کیا گیاہے۔ اس کا تعلق احکام قرآن وسنت، یا فقہاء مجتہدین نے قیاس واستنباط کے ذریعے اخذ کیاہے۔قرآن وحدیث سے صراحۃ اس کا ذکر موجود ہے۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن میں اللہ تعالی کی رحمت کا بہت ذکر

* اسسٹنٹ پروفیسر, ڈیپارٹمنٹ آف اسلامیات, شہید بے نظیر بھٹو خواتین یونیورسٹی, پشاور۔

** اسسٹنٹ پروفیسر شیخ زاید اسلامک سنٹر، یونیورسٹی آف پشاور۔

ہوا ہے اور بیسوں مقامات پر رحمن اور رحیم فرمایا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے: ﴿وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِنْ بَعْدِ ضَرَّاءَ مَسَّتْهُمْ﴾ یعنی ﴿اور جب ہم لوگوں کو تکلیف پہنچنے کے بعد اپنی رحمت سے آسائش کا مزہ چکھاتے ہیں﴾۔[1]

اسی طرح سے ایک اور جگہ ارشاد ہے: ﴿ذَلِكَ تَخْفِيفٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ﴾ یعنی ﴿یہ تمہارے رب کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے﴾۔[2] پھر فرمایا: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنْتَ لَهُمْ﴾ یعنی ﴿اے نبی □! اللہ کی رحمت سے آپ ان کے لیے نرم دل واقع ہوئے ہیں﴾۔[3] یوں فرمایا: ﴿كَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾ یعنی ﴿اس نے اپنے آپ پر رحمت لازم کر لی ہے﴾۔[4] آسانی کا ذکر اس طرح کیا ہے: ﴿يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ یعنی ﴿اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتاہے اور تنگی نہیں چاہتا﴾۔[5] تنگی کے بارے میں ارشاد ہے: ﴿مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ﴾ یعنی ﴿اللہ تمہیں تنگی میں یعنی حرج میں مبتلا کرنا نہیں چاہتا﴾۔[6]

ضرورت کے لغوی اور اصطلاحی معنی:

"ضرورت" (Necessity, compulsion) کے معنی نقصان اور ضرر کے ہیں جو نفع کی ضد ہیں (كل ما كان من سوء حال وفقر أو شدّة في بدن)۔[7] نقصان تنگی اور شدت انسان کو ہمیشہ حاجت مند بناتی ہے۔اس اعتبار سے "ضروت" کے معنی "حاجت" اور اس کی جمع "ضرورات" آتی ہیں۔[8] ضرورت گویا اضطرار، حاجت شدیدہ، مشقت اور ایسی شدت سے عبارت ہے جس کو دور کیے بغیر چارہ نہیں رہتا۔

رواس قلع جی نے یہ لکھا ہے : "الحاجة الشديدة والمشقة والشدة التي لا مدفع لها" یعنی "ایسی شدید حاجت جس سے تنگی اور تکلیف واقع ہو جو دفع نہ ہوسکے"۔[9] ضرورت کا مادہ (ض ر ر) ہے۔ضرر کے معنی نقصان کے ہیں۔امام راغب (م۵۰۲ھ) نے ضرّ کا یوں معنی ذکر کیا ہے: "سوءُ الحال، إمّا في نفسه لقلّة العلم والفضل والعفّة، وإمّا في بدنه لعدم جارحة ونقص، وإمّا في حالة ظاهرة من قلّة مال وجاه" یعنی "ضرر کے معنی بد حالی کے ہیں خواہ اس کا تعلق انسان کے نفس سے ہو جیسے علم وفضل اورعفت کی کمی اورخواہ بدن سے ہو جیسے کسی عضو کا ناقص ہونا یا قلت مال کے سبب ظاہری حالت کا برا ہونا"۔[10] "ضرورت" کی جمع "ضرورات" ہے اسی سے اضطرار مآخوذ ہیں یعنی شدید قسم کی حاجت۔امام راغب نے ان الفاظ میں زیادہ موزوں بیان کیا ہے: "ما لا يحصل

وجوده إلّا به نحو الغذاء الضَّرُورِيِّ للإنسان في حفظ البدن"۔[11] ضرورت اور اضطرار دونوں لفظ ضرر سے ماخوذ ہیں اضطرار، افتعال کے وزن پر مصدر ہے اور ضرورت اسم ہے: "اسم من الاضطرار، والاضطرار الشديد"۔[12] قرآنی آیات سے ان معانی کے وضاحت یوں ہوتی ہے : ﴿فَكَشَفْنَا مَا بِهِ مِنْ ضُرٍّ﴾ یعنی ﴿پس ان کو جو تکلیف تھی وہ ہم نے دور کر دی﴾۔[13] ﴿وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ﴾ یعنی ﴿جب انسان کو تکلیف پہنچتی ہے﴾۔[14]

اصطلاحِ فقہ میں تعریف:

اصطلاح فقہ میں اس کی تعریف یہ کی جاتی ہے۔"خوف الضرر الشديد بإحدى الضروريات الخمس"۔[15] شریعت کی بنیادی ضروریات اور مقاصد پانچ ہیں، حفظ دین، حفظ نفس، حفظ نسل، حفظ مال اور حفظ عقل۔[16] ان پانچوں کا حصول اور بقا جن امور پر موقوف ہے، وہ ضرورت ہے۔ایک تعریف یہ بھی کی گئی ہے:

> الحالة الملجئة لاقتراف الممنوع, أو ترك فعل المطلوب, بحيث يغلب على ظن المكلف أنه إن لم يرتكب المحظور هلك أو لحقه ضرر جسيم ببدنه أو ماله أو عرضه مما يجعل فاقداً الرضا۔[17]
>
> ایسی حالت جو انسان کو کسی ممنوعہ کام کے کرنے یا مطلوبہ فعل کے چھوڑنے پر مجبور کرے، اس طور پر کہ مکلف کا یہ غالب گمان ہو کہ اس نے اگر یہ ممنوعہ فعل نہ کیا تو وہ یا تو ہلاک ہو جائے گا اور یا اس کی جان، مال یا عزت کو کوئی بڑا ضرر لاحق ہو جائے گا۔

یعنی شرعاً ممنوع چیز اگر ضرورت کی وجہ سے مباح ٹھہری۔تو اس کی اباحت ضرورت تک رہے گی۔ضرورت اور عذر کے دائرے سے آگے اس کا اضافہ جائز نہیں ہوگا۔ضرورت ختم ہونے پر حرمت واپس آئے گی۔اباحت بقدر ضرورت وحاجت ہوگی۔اگر پھر ضرورت پیش آتی ہے تو پھر اسی کے بقدر اباحت آئے گی جیسا کہ اللہ تعالی کے ان ارشادات میں ہے: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾[18] یعنی ﴿پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو، اس پر اس کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں﴾۔﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ﴾ یعنی ﴿حالانکہ اللہ تعالی نے ان سب جانوروں کی تفصیل بتا دی ہے جن کو تم پر حرام کیا ہے﴾۔[19]

امام سرخسی (م۴۸۳ھ) نے مبسوط میں اس مطلب کا حامل قاعدہ ذکر کیاہے "مَا ثَبَتَ بِالضَّرُورَةِ لَا يَعْدُو مَوْضِعَ الضَّرُورَةِ" یعنی "جو حکم ضرورت سے ثابت ہو، وہ ضرورت کے مقام سے تجاوز نہ کرے"۔[20] علم قواعد کے نامور علماء علامہ الزرکشی (م۷۹۴ھ) علامہ سیوطی (م۹۱۱ھ) علامہ ابن نجیم (م۹۷۰ھ) وغیرہ کے ہاں اس قاعدہ کے الفاظ یہ ہیں: "ما أبيح للضرورة يقدر بقدرها" یعنی "جس چیز کی اباحت ضرورت کی بنیاد پر ہو تو اس کا اندازہ بھی اسی کے مطابق ہو گا"۔[21]

فقہاء اضطرار اور ضرورت سے ہلاکت کے خوف کی حالت مراد لیتے ہیں۔[22] جب کہ جرجانی (م۸۱۶ھ) نے لکھا ہے: "النازل مما لا مدفع له" یعنی "ایسی حالت کو جو شدید قسم کی ہو اور جو دفع نہ ہوتی ہے"۔[23] ضرورت نفس کے ہلاک ہونے کا خوف ہے خواہ یہ خوف قطعی ہو یا ظنی یا موت کا خوف ہو۔[24] امام قرطبی (م۶۷۱ھ) نے ضرورۃ کے بارے میں اس طرح بیان کیا ہے: "اضطرار اس سے خالی نہیں ہوتا کہ ظالم کی طرف سے اکراہ ہو یا بھوک کی حالت میں ہو"۔[25] یعنی حالت ضرورت کی حد بندی کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ اس میں مخمصہ ہو۔

ابو بکر الجصاص(م۳۷۰ھ) نے اضطرار سے متعلق آیات کے بارے میں ذکر کیا ہے: کہ "اضطرار کا لفظ ضرورت میں شامل ہے اور یہ اس حالت ضروریۃ پر کہاجاتاہے، جب کسی کے کھانا نہ کھانے سے اس کے بعض اعضاء کو ضرر پہنچے یا خوف لاحق ہو یا جبر کی وجہ سے حرام شے استعمال کرنی پڑے"۔[26] ابن عربی(م۵۴۳ھ) کے نزدیک ہر اس حالت کو اضطرار میں شمار کرتے ہیں جس میں ضرر یا تو ظالم کے اکراہ سے پہنچتاہے یا بھوک سے یا فقر کی صورت میں یعنی آپ کے نزدیک محتاج شخص بھی مجازاً مضطر شمار ہو گا۔[27]

جدید قانون میں ضرورت کی تعریف:

جدید قانون میں ضرورت کو اہم حیثیت حاصل ہے، جیسا کہ امریکی عدالتوں نےاپنے فیصلوں میں ضرورت کی تشریح کی ہے۔کہ ضرورت ایک ناگزیر امر ہے، مجبوری ہے اور ایسی چیز ہے جیسے چھوڑا نہ جاسکے یا اسی قسم کی کوئی چیز نہیں۔ضرورت سے مراد فوری اور سخت نوعیت کی طلب ہے، جس میں کاروائی ملتوی کرنے کی اجازت نہ ہو۔ضرورت خواہش اور سہولت سے بلند چیز ہے، ضرورت اس طلب کو کہیں گے جو حقیقی، فوری اور لازمی نوعیت کی ہو۔ضرورت کی کوئی ایک مقرر صورت نہیں ہے بلکہ اس کے مفاہیم مختلف درجات رکھتے ہیں۔ضرورت ایک ایسی صفت یا حالت

ہے جو ضروری ہو، مجبوری کی کیفیت رکھے، لازمی تقاضا ہو، اٹل ہو اور ناگزیر ہو۔[28]

قانون میں ضرورت ایک ایسی مجبوری کا نام ہے جس میں کوئی دوسرا راستہ نہ ہو، تاہم یہ لفظ معانی کے مختلف درجات رکھتا ہے اور قانون میں صرف ایسی ضرورت تک محدود نہیں کہ کسی وجود کے لیے مکمل طور پر لازم ہو۔[29]

ضرورت کا یہی مفہوم نہیں کہ وہ ناگزیر ہوتی، بلکہ اس کی نوعیت ایک اضافی تصور رکھتی ہے جو چیز ایک قصبہ میں محض مفید یا قابل خواہش ہوتی، ایک بڑے شہر میں ضرورت بن سکتی ہے اور جو چیز ایک صدی قبل عیاشی تصور ہوتی تھی ممکن ہے آج وہ ضرورت بن چکی ہو۔[30] ضرورت ایک ایسی حالت ہے جب کہ کوئی شخص مشکل میں ہو یا اسے کسی کی مدد درکار ہو اور ایسی صورت پیدا ہوجائے تو عمل کے ایک خاص راستے پر چلنے پر مجبور کردے۔

ان مفاہیم یعنی لغوی اور فقہی اور قانونی اصطلاح سے ظاہر ہوتا ہے کہ ضرورت کی بنیاد ضرر ہے، یعنی جب ضرر پہنچنے کا امکان غالب ہو اور اس ضرر کو عام حالات میں دفع نہ کیا جاسکتاہو، تو ضرورت کی صورت پیدا ہوجاتی ہے ایسی صورت میں ارتکاب حرام ترک واجب مباح ہوجاتاہے۔

ضرورت شدیدہ میں رعایت:

شریعت اسلامیہ نے حالت ضرورت میں ممنوعات کو مباح کردیا ہے، اور واجبات کو ترک کرنے کی اجازت دی ہے، چنانچہ اس ضمن میں فقہاء کرام نے ایک فقہ قاعدہ کابیان کیا ہے: "الضرورت تبیح المحظورات" یعنی "ضرورتیں ممنوع امور کو مباح کردیتی"۔[31]

اس فقہی قاعدے کی وضاحت صاحب ہدایہ نے یہ کی ہے: "المحرم یستباح للضرورۃ" یعنی "حرام ضرورت کے لئے مباح ہوتا ہے"۔[32]

"المحرم"، تحریم سے اسم مفعول کا صیغہ ہے، وہ فعل جس کا کرنا شرعاً حرام ہو، اصطلاحی تعریف یہ ہے: "مایثاب تارکه ویعاقب فاعله" (forbidden) یعنی "جس کے چھوڑنے والے والے کئے ثواب اور کرنے والے کے لئے عقاب ہو"۔[33]

ضرورت، نقصان، شدت اور تنگی، یہ چیزیں انسان کو ہمیشہ حاجت مند بناتی ہے۔ضرورت، مشقت، اضطراری حالت اور ایسی شدت سے عبارت ہے جس کو دور کیے بغیر چارہ نہیں رہتا۔[34] قاعدہ کا معنی یہ ہے کہ شرعاً ممنوع امر بھی ضرورت کے وقت مباح قرار دیا جاتاہے، ضرورت سے

مراد حاجت شدیدہ ہے، حاجت شدیدہ کے وقت حرام بھی مباح ہوجاتا ہے تاہم اس کے لیے شرط یہ ہے کہ ضرورت محرم اور ممنوع سے کم درجے کی نہ ہو،[35] اورضرورت کی حد تک ہو اس قاعدہ پر کئی نصوص دلالت کرتے ہیں، ان میں سے ایک اللہ تعالی کا یہ فرمان: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴾ یعنی ﴿پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے قرار ہو جائے بشرطیکہ کسی گناہ کی طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالی معاف کرنے والا اور بہت بڑا مہربان ہے﴾۔[36] اس طرح محرمات کی کئی اقسام بیان کرنے کے بعد بطور استثناء یہ آیت:﴿إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ﴾یعنی ﴿مگر وہ بھی جب کہ تم کو سخت ضرورت پڑ جائے﴾۔[37] مجبوری اور اضطراری حالت میں کلمۃ کفر کے تکلم سے متعلقہ آیت بھی اس قاعدہ کی بنیاد ہے۔﴿إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ وَقَلْبُهُ مُطْمَئِنٌّ بِالْإِيمَانِ﴾ یعنی ﴿بجز اس کے جس پر جبر کیا جائے اور اس کا دل ایمان پر برقرار ہو﴾۔[38] اس قاعدہ کی تکمیل کرنے والی آیات: ﴿فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ﴾[39] یعنی ﴿پھر جو مجبور ہو جائے اور وہ حد سے بڑھنے والا اور زیادتی کرنے والا نہ ہو، اس پر اس کے کھانے میں کوئی گناہ نہیں﴾۔[40]

یہ امر کہ ضرورت ممنوع اشیاء کو مباح کردیتی ہے، عدالت عظمی پاکستان نےاپنے دو فیصلوں میں اس اصول کی تشریح کی ہے۔[41] ان میں سے ایک فیصلے میں عدالت نے یہ رائے ظاہر کی کہ اسلامی اصول فقہ اور دیگر تمام نظام ہائے قانون میں اس اصول کو تسلیم کیا جاتاہے۔[42] اس اصول کو اسلامی فقہ میں بھی مندرجہ بالا قاعدے کے صورت میں بیان کیا گیا ہے، یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ جدید قانون کا یہ اصول، فقہ کے اصول کے عین مترادف ہے۔

عدالت نے مشہور ماہر قانون چٹی (Chitty) کا قول کوڈ کیا ہے کہ ضرورت کسی قانون کو نہیں جانتی۔[43] اس قول کا مفہوم یہ ہے کہ ضرورت ایک ایسی شدیداور ناگریز صورت حال کا نام ہے جس میں کسی قانون کی پابندی ضروری نہیں رہتی، تاکہ حالت ضرورت سے عہدہ برا ہوا جاسکے۔

اسی طرح عدالت نے قبرص کی سپریم کورٹ کے ایک مقدمہ کا حوالہ بھی دیا، جس میں نظریہ ضرورت کے لیے یہ ضروری قرار دیے ہیں۔

1. اشد ضروری اور ناگریز ضرورت ہو یا استثنائی حالات ہو۔
2. اس مشکل سے نکلنے کی کوئی اور صورت نہ۔

3. جو اقدام کیا جائے وہ ضرورت کے تناسب سے ہو۔
4. ضرورت کی وجہ سے جو اقدام کیا جائے وہ عارضی نوعیت کا ہونا چاہئے، اس کا عرصہ استثنائی حالات کے عرصہ تک محدود ہونا چاہئے۔[44]

یہاں پر فقہاء نے یہ وضاحت کی ہے شدید ضرورت کے تحت جب کوئی حرام چیز کھانا پڑ جائے تو اس کے لیے یہ ضروری نہیں ہے، کہ بالکل ہلاکت کی نوبت آجائے اور یہ یقین ہوجائے کہ اگر یہ حرام چیز کھا کر جان نہ بچائے تو چند لمحوں میں موت واقع ہوجائے گی، بلکہ اگر یہ بھی یقین ہو کہ حرام چیز نہ کھانے کا نتیجہ شدید کمزور یا صحت کی شدید خرابی کی صورت میں نکلنے گا، تو بھی اس سے بچنے کے لیے حرام چیز کھا یا پی لیناجائزہے۔

اضطرار کے سلسلہ میں بنیادی بات یہ خیال رکھنا ہے کہ اگر حرام چیز نہ کھائی گئی یا حرام فعل کا ارتکاب نہ کیا گیا تو اس کے نتیجہ میں جو کچھ پیش آئے گا وہ اس حرام چیز کے کھانے یا اس حرام فعل کے ارتکاب سے بڑی برائی ہوگی یا نہیں، بعد میں پیش آنے والی وہ برائی زیادہ بڑی اور شدید نوعیت کی ہےتو اضطرار موجود ہے اور اسے دور کرنے کے لیے ارتکاب حرام بقدر ضرورت جائزہے۔[45]

یہ امر ملحوظ رہے کہ افعال سے محسوس ہونے والے اضطرار پر دوقسم کا حکم مرتب ہوتاہے، ایک وہ حکم جس کا تعلق اولاً وبالذات دنیوی مقاصد سے ہوتاہے مثلاً اس یک فعل کا صحیح ہونا یا فاسد یا باطل ہونا اور منعقد ہونا یا منعقد نہ ہونا، نافذہونا یا نافذ نہ ہونا لازم ہونا یا لازم نہ ہونا۔[46] دوسرا وہ حکم جس کا تعلق اولاً بالذات اخروی مقاصد سے ہوتا ہے، ان مقاصد کی دوصورتیں ہوتی ہیں، ایک صورت میں عزیمت کہلاتے ہیں اس صورت میں بندوں کی معذوریوں کو بالکل دخل نہیں ہوتا بلکہ ان کے تقرر میں شریعت ابتداء ہی سے بندوں کے عذروں سے قطع نظر کیے ہوئے رہتی ہے۔ دوسری صورت رخصت کہلاتے ہیں۔ رخصت کی متعدد اقسام ہیں، ان میں سے ایک قسم یہ ہے کہ عذر کی بنا پر کوئی ممنوع مباح کردیا جائے، جیسے کہ مردار خون، خنزیز کا گوشت شراب بھوک وپیاس یا اکراہ تام قتل یا عضو جسمانی کے متعلق قرآن کی آیات ﴿إلا ما اضطررتم إليه﴾ یعنی جب کہ تم بھوک سے شدید مجبور ہوجاؤ اور اس کے استعمال کے بغیر (بقاء حیات کے لیے کوئی چارہ نہ ہو)۔

شرائطِ ضرورت:

ا۔ حالت ضرورت کی شرائط میں ممنوع اشیاء کا مباح ہونا بلا قید، بلا شرط اورلا محدود طور پر نہیں دیا

گیا بلکہ کئی ایک شرائط کی پابندی کے ساتھ یہ اباحت واقع ہوتی ہے۔یعنی جو فعل یا ترک فعل کسی ضرورت کے لیے جائز کیا گیا ہو اس کا جواز ضرورت کے اندازے کے مطابق رہے گا، اس سے زائد جائز نہ ہو گا۔چنانچہ حالت اضطرار و مخمصہ میں مردار کھا لینا یا غیر کے مال کا استعمال کر لینا بشرط ضمان محض اس حد تک جائز ہو گا جس سے جان محفوظ رہ سکے، اور ہلاکت سے بچاؤ ہو جائے۔معلوم ہوا کہ مذکورہ حالت میں جو رخصتیں دی گئی ہیں وہ رخصت کی وہ قسم ہے جس میں محض مؤاخذہ ساقط ہو جاتا ہے، یہ نہیں کہ ضمان بھی ساقط ہو جائے۔[47]

اگر کوئی شخص بھوک یا پیاس کی وجہ سے مر رہا ہو اس کے حلق میں کوئی چیز اٹک جائے اور اسے نکلنے کے لیے کچھ کھانے یا پینے کی ضرورت ہو اور اس کو وہاں مردار گوشت یا خنزیر یا شراب کے سوا کچھ نہ ملا (مثلاً آج کل اکثر غیر مسلم فضائی کمپنیوں میں اگر پانی ختم ہو جائے تو یہی چیزیں رہ جاتی ہیں تو ہلاکت سے بچنے کے لیے وہ ان میں سے کوئی چیز کھا یا پی سکتا ہے۔اسی طرح اگر وہ ایسی کیفیت میں ہے اور ہاں کھانے یا پینے کو کچھ موجود بھی ہے مگر وہ کسی دوسرے شخص کی ملکیت ہے تو اس کی اجازت اور رضا کے بغیر اس کا کھانا یا مشروب کھایا یا پیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اصل مالک ایسی ہی اضطراری کیفیت میں نہ ہو۔[48] ابن نجیم (م۹۷۰ھ) نے حملہ آور کو دفاع میں مارے جانے کو جائز قرار دیا ہے، خواہ حملہ آور کی جان ہی کیوں نہ چلی جائے۔[49]

شافعی فقہاء نے اس قاعدہ میں ان الفاظ کا اضافہ کیا ہے : "بشرط عدم نقصانها عنها" [50]
یعنی ضرورت کی حالت میں ناجائز چیز جائز ہو جاتی ہیں بشرط یہ کہ وہ ضرورت درجہ اور اہمیت میں ان ناجائز چیزوں سے کم نہ ہو بلکہ بڑھ کر ہو۔مثلاً کسی شخص کو مجبور کیا جائے کہ اگر اس نے فلاں شخص کو قتل نہ کیا تو خود اس کو قتل کر دیا جائے گا۔

ایسی صورت میں مجبور شخص کو رخصت سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں ہو گی، اگر وہ قتل کرے کا تو گناہ گار ہو گا، کیونکہ ایک شخص کا اپنے آپ کو قتل کا نشانہ بننے دینا کم درجہ کی برائی ہے بہ نسبت کسی دوسرے کو قتل کر دینے کے، اس لیے اسے ایسی ضرورت شمار نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی وجہ سے قتلِ نفس جیسے حرام کام کا ارتکاب کر ڈالا جائے۔

اسی طرح ابن نجیم اور سیوطی نے ذکر کیا ہے کہ اگر ایک شخص کو بلا تجہیز و تکفین کے دفن کر دیا گیا ہو تو اب محض تجہیز و تکفین کے لیے اس کی قبر کھودنا جائز نہیں ہے، بلکہ مردہ جان کی

توہین کے مقابلہ میں اس کا بغیر کفن کے دفن ہو جانا کم تر درجہ کی برائی ہے یوں بھی بہر حال مٹی نے اس کے جسد خاکی کو ڈھانپ ہی لیاہے۔[51]

استاذ مصطفی احمد زرقاء نے تین برائیوں کا ذکر کیا ہے ان کا ارتکاب جائز نہیں، چاہے اضطرار کی کیفیت کتنی ہی شدید ہوجائے اورچاہے اس کے نتیجہ میں کتنی ہی جانیں ضائع ہوجائیں، وہ یہ ہیں : کفر ارتکاب، قتل، زنا۔[52]

کسی بھی دھمکی کے نتیجہ میں ان کا ارتکاب جائز نہیں ہے ہاں قرآن مجید نے یہ اجازت دی ہے کہ اگر دل پوری طرح اطمینان میں ہو، تو زبان سے کفریہ کلمات کا اظہار کردینے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر اس سے جان بچ سکتی ہو۔[53]

لیکن اس اجازت کے باوجود جو درجہ صبر واستقلال کے ساتھ ایمان پر جان دے دینے کا ہےوہ بہت اونچاہے، اور اس کا مقام ومرتبہ بہت بلند ہے، اس لیے کہ بے شمار فضائل اوردوسرے فوائد کے علاوہ اس کا ایک دنیوی فائدہ یہ بھی ہے کہ اس سے دشمنانِ اسلام کو مسلمانوں کی ایمانی اور اخلاقی قوت کا پتہ چلے گا، اسی طرح بڑی سے بڑی دھمکی اوراکراہ کے باوجود کسی بے گناہ کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، تاہم اگر کوئی شخص اپنی جان بچانے کے لیے ایسا کر گزرے تو اس پر اخروی سزا تو ہوگی وہ ہوگی، لیکن دنیوی طور پر اس پر قصاص عائد نہیں ہوگا بلکہ قصاص مکرہ پر ہو گا، اسی طرح زنا بھی ناجائز ہے، گو حد زنا ساقط ہوجائے گی۔

۲۔ ضرورت بقدر حاجت کے بارے میں فقہاء کرام نے ایک اہم فقہی قاعد ہ ذکرکیا ہے : "ما أبيح للضرورة يقدرها بقدرها"۔[54] جو چیز ضرورت کی بناء پر جائز کی گئی ہو، اس کا جواز ضرورت کی مقدار کے مطابق ہی رہے گا۔یہ قاعدہ دراصل قاعدہ "الضرورات تبيح المحظورات" کی تقیید ہے یعنی کسی ضرورت کے تحت جائز قرار دی گئی چیز کا جواز ضرورت کی مقدار اورانداز کے مطابق ہی رہتاہے، اس سے زائد وہ چیز جائز نہیں ہوتی۔ اس مقدار سے زیادہ حرام کا ارتکاب بدستور حرام رہتاہے۔نیز جوں ہی یہ ضرورت زائل ہو وہ چیز فوراً حرام ہوجاتی ہے۔[55]

ایک ڈاکٹر کے لیے جائز نہیں کہ علاج کے وقت شرمگاہ کی طرف ضرورت سے زیادہ دیکھے خاص کر اگر مریض کوئی عورت ہےتو اس کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے بدن کا پوشیدہ حصہ کسی مرد معالج کے سامنے کھولے اگر وہاں ایسی عورت معالج بھی موجود ہے جو اسی درجہ کی مہارت

رکھتی ہے۔ کیونکہ اپنے ہم جنس کے سامنے بے پردگی شریعت کی نظر میں مخالف جنس کے سامنے بے پردگی کے مقابلہ میں کم تر درجہ کی برائی ہے۔[56] چنانچہ خواتین ماہرات زچگی کی موجودگی میں وہ خواتین جو مرد ڈاکٹروں سے زچگی کراتی ہیں وہ ایک حرام فعل کا ارتکاب کرتی ہیں۔وضو یا غسلِ واجب کے دوران صرف ان اعضاء پر مسح کیا جاسکتاہے، جو تکلیف کی وجہ سے دھوئے نہیں جا سکتے، باقی اعضا کا دھونا ضروری ہو گا۔شدت کو قدر حاجت حرام کھانے سے ختم کیا جا سکتا ہے، اور حاجت کے پورا ہونے کے بعد مباح خودبخود اپنی اصل حالت (یعنی حالت حرمت) کے حکم میں ہو گا۔اسی طرح پانی نہ ملنے پر وضو کے بجائے تیمم کر لیا جائے تو پانی ملتے ہی تیمم باطل ہو جائے گا۔سفر کے ختم ہوتے ہی نماز میں قصر جائز نہیں۔ اگر گواہ عدالت میں خود حاضر ہوجائے تو اس کی طرف سے شہادت علی الشہادت جائز نہیں۔

انسانی ضرورتیں جس طرح فعل سے متعلق ہوتی ہیں اسی طرح ترک فعل سے بھی متعلق ہیں، مثلاً، حضرت طارق بن شہاب کی روایت ہے کہ رسول اللہ □ نے ارشاد فرمایا:

> مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ
>
> تم میں سے جو شخص کوئی برا فعل دیکھے تو اسے ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو اسے اپنی زبان سے روکے۔اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو اسے اپنے دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔[57]

۳۔ عذر کی بنا پر جو چیز جائز ہو وہ عذر کے زائل ہونے پر جائز نہیں رہے گی : "ما جاز لعذر بطل بزواله"۔[58]

شارحین نے اس قاعدے کے تشریح میں ذکر کیا ہے کہ کسی عذر کی بنا پر کسی امر کا جواز اس لیے ہوتاہے، کہ اصل امر انسان کے لیے دشوار ہوتا ہے اور گویا یہ عذر اصل امر کا نائب ہوتاہے، اب اگر عذر ختم ہونے پر اصل پر بسہولت عمل ہونے کے باوجود عذر کا حکم کے باطل ہونے کا یہ معنی ہوا کہ اب عذر قابل اعتبار نہیں رہا، تیمم کیے ہوئے کسی شخص کو جب پانی میسر آجائے تو اس کا تیمم باطل ہوجاتاہے، اور ناپاکی کی اصل حالت واپس لوٹ آتی ہے۔بلکہ اگر نماز کے

دوران وضو کے لیے پانی پر قدرت حاصل ہوگئی تو نماز باطل ہوجاتی ہے اور وضو کر کے نماز ادا کرنا فرض ہوتا ہے۔[59]

جب مرض زائل ہوجائے جس کی وجہ سے روزے افطار کیے ہوں اور ابھی رمضان باقی ہے تو بقیہ روزے رکھنا فرض ہو جاتے ہے۔[60]

اپنے متوفی شوہر کی عدت گزارنے والی عورت پر واجب ہے کہ اس مکان میں عدت کی تکمیل کرے، جس میں اس کا شوہر فوت ہوا اور وہ اس مکان سے باہر نہ جائے، لیکن اگر اپنی ناگزیر معاشی ضرورت کے لیے باہر جانا پڑے تو اس وقت اس کو اجازت ہے اور جب یہ عذر زائل ہو تو اس کا باہر نکلنا جائز نہیں رہتا۔[61]

چوتھی شرط میں یہ ہے کہ اپنی ضرورت کی خاطر دوسروں کا ضیاع نہ ہو۔ یہاں ایک فقہی قاعدہ بیان کرنا زیادہ مناسب ہوگا۔عبد الرحمن بن صالح نے عصر حاصر میں قواعد پر کام کیا ہے وہ اپنی کتاب میں یہ قاعدہ اس انداز میں ذکر کرتے ہیں "الاضطرار لا یبطل حق الغیر" یعنی "اضطرار کسی دوسرے کا حق ضائع نہیں کرتا"۔[62] حالت اضطرار میں اگر کسی دوسرے شخص کی چیز استعمال کر لی جائے تو یہ جائز ہے اس جائز ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کے ہاں پکڑ نہیں ہوگی اور دنیاوی عدالتوں میں اگر یہ ثابت کر دیا جائے کہ واقع اضطرار کی کیفیت تھی، تو دنیاوی سزا (مداخلت بے جا اور غصب وغیرہ کے جرم میں دی جانے والی سزا) سے بھی بچ جائے گا۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جس شخص کی چیز کھا لی یا استعمال کر لی اس کا حق ساقط ہوگیا، بلکہ اس کو اس چیز کی قیمت یا تاوان ادا کرنا پڑے گا۔کوئی شخص شدید بھوک کی حالت میں دوسرے کی روٹی لے کر کھالے اور اپنے کو درپیش موت یا بیماری کے خطرہ کو دور کر لے تو اب اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ روٹی کی قیمت اس دوسرے شخص یعنی اصل مالک کوادا کرے۔

کوئی شخص جان بچانے کے خاطر بھاگے اور دوسرے کی دیوار توڑ دے تو اس دیوار کا جو نقصان ہوا اسے اس کا تاوان دینا پڑے گا، لیکن اگر کوئی شخص کسی شدید اکراہ وجبر کے نتیجہ میں کسی تیسرے شخص کامال تلف کردے، مثلاً اس کے جانور مار ڈالے، کھیت جلادے، مکان گرادے وغیرہ تو تاوان مکرہ پر ہوتا ہے، متلف اور مکروہ پر نہیں ہوتا ہے۔[63]

یہی مفہوم ایک دوسرے کلیہ میں یوں بیان ہوا ہے: "الضرر لا یزال بمثله" یعنی "ایک شخص کے نقصان کو کسی دوسرے نقصان کے ذریعے دور نہیں کیا جاسکتا"۔[64] حالت ضرورت میں اگر کوئی شخص مجبور ہوکر کسی دوسرے آدمی کو ضرر پہنچاتا ہے تاکہ خود اس حالت ضرورت سے نکل سکے تو وہ اس دوسرے شخص کو پہنچے والے ضرر کا ذمہ دار ہو گا اوراس کا تاوان دینا پڑے گا۔

انسانی اعمال کے لحاظ سے ضرورت:

انسانی اعمال چار قسم کے ہیں، اعتقادات، عبادت خوردونوش اور معاملات جس میں عقود ومناکحات شامل ہیں ان میں ضرورت یکساں طور پر کام کرتی ہے.

اعتقادات: شدید اکراہ کے تحت جان بچانے کے لیے عقائد کے اظہار میں رعایت دی گئی ہے مثلاً جبر کے تحت کلمۂ کفر کا اظہار جائز ہے بشرطیہ دل اسلام پر مطمئن ہو۔

عبادات: طہارت، صلاۃ، زکاۃ، صوم، حج اور دیگر عبادات میں قاعدہ ضرورت کے تحت تخفیف رخصت مہیا کی گئی ہے مثلاً تیمم، قصر نماز، ترک صوم وغیرہ۔

خورد نوش: جان یا کسی عضو کے خوف سے اضطرار کے دیگر حالات میں خورد نوش کے لیے ممنوع اشیاء مباح ہوجاتی ہیں۔

معاملات: انسانوں کے باہمی معاملات یعنی عقود ونکاح ضرورت کی وجہ سے ہی چلتے ہیں، ضرورت کے دباؤ کے تحت کوئی بھی معاہدہ منسوخ یا تبدیل ہوسکتاہے۔

ضرورت کے اخلاقی پہلو:

ضرورت کے حوالے سے نظام اخلاق میں ایک ایسی صورت حال پیش آتی ہے جہاں ایک سے زائد اخلاقی فرائض میں سے کسی ایک کو ہی اختیار کیا جاسکتا ہے، مثلاً : کسی سے ملنے کا وعدہ ہو اور جانے کے لئےروانہ ہو اور راستے میں اچانک حادثہ پیش آجائے، واقع کے موقع پر زخمیوں کو ممکنہ طبی امداد کی فراہمی میں وعدہ کے مطابق نہ پہنچ سکے، تو یہاں وعدہ نہ پورا کرنا ہی ضرورت ہے۔پروفیسر غلام صادق "جدید نظریہ ضرورت" کے تحت لکھتے ہیں کہ" یہاں کہ جب سامنے فرض ہو وہ کسی اور فرض کو پورا کرنے کا تقاضا نہیں کرتاہے"۔[65]

اس ضمن میں یہاں فقہی قاعدہ کلیہ ہے کہ: "یتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام" یعنی

"ضرر عام کو دور کرنے کے لیے ضرر خاص کو برداشت کیا جائے گا"۔[66]

ضرر عام سے مراد وہ ضرر اور نقصان ہے، جو مجموعی امت کو یا امت کے ایک بڑے مجموعے کو لاحق ہوتاہے، ضرر خاص سے مراد وہ ضرر جو کسی ایک فرد یا چند مخصوص افراد کو لاحق ہوتاہے۔[67] یہ قاعدہ فقہ اسلامی کے اساسی پانچ قواعد میں "الضرر یزال" کا فرعی اور استثنائی قاعدہ ہے "الضرر یزال " میں مطلقاً ضرر کے ازالہ کو بیان کیا گیاہے، اور قاعدہ ہذا میں "ضرر عام" کے ازالہ کا تذکرہ ہے کہ ضرر عام کو ہر صورت دفع کیاجائے اگر اس کی خاطر ضرر خاص کو برداشت کرنا ناگزیر ہو، تو بھی ضرر خاص کو برداشت کر کے ضرر عام کو دفع کیاجائے شریعت اسلامی کی آمد اس لیے ہوئی ہے۔کہ لوگوں کے دین، جان، مال عقل اور نسب کی حفاظت ہو۔ان میں امور میں سے کسی ایک میں بھی خلل ڈالنے والی چیز "ضرر " ہے، اس کا ازالہ واجب ہے، چنانچہ امیر بادشاہ "تیسیر التحریر" میں ضرر کہتے ہیں: "رفع الضرر العام واجب بإثبات الضرر الخاص"۔[68] مذکورہ قاعدہ کو دیگر کتب قواعد میں "یتحمل الضرر الخاص لدفع ضرر عام" کے الفاظ میں مرتب کیاگیا ہے۔[69]

مذکورہ قاعدہ فقہ اسلامی کا اہم قاعدہ ہے، اس کا اجراء ان مسائل میں ہوتاہے، جو دو ضروری یعنی خاص اور عام کے درمیان دائر ہو۔اس پر اہم مسائل واحکام کا دار مدار ہے جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱۔اسی قاعدہ کی بنیاد پر جاہل ڈاکٹر، مجنون مفتی، اور مفلس کاروباری کو ان کے پیشوں سے روکا جائے گا۔کیونکہ جاہل ڈاکٹر سے لوگوں کے ابدان کو، مجنون مفتی سے لوگوں کے دین کو اور مفلس کاروباری سے لوگوں کے اموال کو ضرر لاحق ہونے کا خطرہ ہے۔[70]

۲۔ضرررسان ساحر اور گمراہ کرنے والے کافر کا قتل کیا جائے گا۔کیونکہ اول الذکر لوگوں کو فتنہ میں اور موخر الذکر لوگوں کو کفر میں مبتلا کر کے نقصان پہنچاتے ہیں۔لہذا ان کو قتل کر کے ضرر خاص، کو برداشت کرکے ضرر عام کو دفع کیا جائے گا۔[71]

۳۔ گرنے کے قریب عمارات کے گرانے پر مالک کو مجبور کیا جائے گا۔تاکہ گذرنے والے عام لوگوں کو نقصان سے بچایا جائے۔[72]

۴۔ بعض مواقع پر ضرورت کی اشیاء پر جبری نرخ نامہ مقرر کیا جائے گا، تاکہ دکاندار اتفاق کرکے

گران فروشی کی وجہ سے ناجائز منافع نہ کمائیں اور عام لوگوں کو غبن فاحش سے بچایا جاسکے۔[73]

ان کلیات کا تقاضا ہے کہ جب بھی ایسی صورت حال پیدا ہوجائے، جس میں دواخلاقی برائیوں میں سے کسی ایک کا ارتکاب لازماً کرنا پڑے تو کم تر برائی کا ارتکاب کر کے بڑی برائی سے اجتناب کیاجائے گا، یہ طریق کار ہر حالت ضرورت میں اختیار کیا جائے گا، خواہ اس کا تعلق اخلاقی امور سے ہو، خواہ کسی اور صورت حال سے، اللہ کی رضا اسی میں ہے کہ انسانی جہاں تک ہوسکے، نیکی اور نفع کو اختیار کرے اور برائی مفسدہ اور ضرر سے بچے لیکن اگر کسی نہ کسی برائی کا ارتکاب ناگزیر ہوجائے تو کم تر برائی کو اختیار کرے۔

پاکستان کی عدالتوں نے وقتاً فوقتاً بعض ہنگامی حالات کے پیش نظر ضرورت کے نظریہ کو جائز قرار دیا ہے۔ ہنگامی حالات اس کو کہتے ہیں جب فوری کاروائی کی ضرورت در پیش ہو۔ اس ضمن میں قانون وضعی ایسے اچانک پیدا شدہ بحران میں فوری طور پر اس مشکل کو دور کرنے کے لیے اقدامات ضروری سمجھتاہے جس میں ظاہری طور پر بعض افراد کے لیے مشکلات ہوں۔ایسے اَن دیکھے حالات کا مجموعہ جو ضروری کاروائی کے مقتاضی ہوں، ہنگامی حالات کہلاتے ہیں۔ اسے بحران بھی کہتے ہیں۔[74]

ماہر قانون کیلسن کا خیال ہے کہ انقلاب، اپنے وسیع معنوں میں جس میں حکومت کا تختہ الٹنا بھی شامل ہے، دستور کی ہر ناجائز تبدیلی کا نام ہے۔

جہاں تک میرا ذاتی رائے کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ نظریۂ ضرورت کے تحت اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ آیا یہ ضرورت ہے یا کہ کسی طاقت کا مظاہرہ کرنا ہے۔ عموماً یہ دیکھا گیا ہے کہ قانون میں زیادہ تر غیر اختیاری طور پر ایسے اقدامات یا فیصلوں ہوتے جو ذاتی مفادات کی خاطر کیے جاتے ہیں اور نام نظریۂ ضرورت دیا جاتاہے۔

خلاصہ:

جدید قانون کے مقابلے میں اسلامی قانون زیادہ وضاحت اور تفصیل سے ضرورت کے مختلف پہلوؤں کو بیان کرتا ہے، جس سے نہ صرف ضرورت کو ناجائز استعمال کرنے (Misuses) کا امکان باقی نہیں رہتا بلکہ حالات ضرورت سے نبٹنے کے لیے اسلامی قانون آسانیاں اور سہولتیں فراہم کرتاہے، اس کے باوجود مقاصد شریعت کے حصول میں کوئی رکاوٹ پیدا نہیں ہوتی۔

اس سے حالت ضرورت میں شریعت کا طریق کار واضح ہوتا ہے کہ ایسے حالات میں جب ایک طرف انسان کی جان، جسم، مال، عزت یا عقل کے لیے ضرر کا پہلو موجود ہو اور دوسری طرف ارتکاب حرام یا ترک واجب کا ضرر ہو تو شریعت ان دو میں سے ایک ضرر کو اختیار کر کے دوسرے سے بچاتی ہے، یعنی حرام کے ارتکاب یا ترک واجب کے ضرر کو برداشت کر کے انسانی جان کو لاحق ہونے والے ضرر سے محفوظ رکھنا پسند کرتی ہے اور شریعت نے اسی اصول کے مطابق احکام دیئے ہیں۔

ہر معاملے میں شریعت اسلامیہ کے اصولی احکام اور حلال وحرام کے مسائل میں نہ کوئی ابہام ہے اور نہ کوئی اختلاف پیدا ہوتاہے، کہ کسی شرعی امر یا نہی پر عمل ناممکن یا مشکل ہوجاتاہے، تو اس وقت استثنائی احکام اخذ کرتے ہوئے اصولی احکام کو استثنا پیدا کرنے والے اصولوں کے تابع کردیا جاتاہے، اس صورت حال کو حالتِ ضرورت کہتے ہیں۔

دوسرے یہ قانون چونکہ انسانی ایجاد ہے اس میں وہ صلاحیت ناممکن ہے جو شریعت میں ہے ضرورت کا قانون میں بالخصوص جو مغرب میں تصور پایا جاتاہے، اس میں فرق یہ ہے کہ وہاں ایسی خواہشات کو ضرورت کے تحت لایا گیا جس کے بغیر چارہ ممکن ہوتاہے وہ محض ایک تفریح کی شدید خواہش ہوتی ہے۔

حواشی وحوالہ جات

[1] القرآن الکریم، سورۃ یونس 10: ۲۱

[2] القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ 2: ۱۷۸

[3] القرآن الکریم، سورۃ آل عمران 3: ۱۵۹

[4] القرآن الکریم، سورۃ الانعام 6: ۱۲

[5] القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ 2: ۱۸۵

[6] القرآن الکریم، سورۃ المائدہ 5: ٦

[7] ابن منظور، محمد بن مکرم. لسان العرب. ط1: 1980, دار صادر, بیروت، مادہ: ضرر

[8] الزبیدی، سید مرتضی. تاج العروس. دار الکتب العلمیۃ، بیروت, مادہ: ضرر؛ ابن منظور: لسان العرب, مادہ: ضرر

[9] رواس, قلعہ جی. معجم لغۃ الفقہاء. ط2: 1998, دار النفائس, بیروت، ص،۲۸۳

[10] راغب الإصفہانی. مفردات القرآن. تحقیق: صفوان عدان. دار العلم الدار الشامیہ، بیروت،۱۴۱۲ھ، مادہ: ضرر

[11] مفردات القرآن، مادہ: ضرر

[12] لسان العرب، مادہ: ضرر

[13] القرآن الکریم، سورۃ الأنبیاء 21: ۸۴

[14] القرآن الکریم، سورۃ یونس 10: ۱۲

[15] معجم لغۃ الفقہاء, ص۲۵۴

[16] الشاطبی. الموافقات. تحقیق: أبو عبیدہ مشہور بن حسن.ط1: دار ابن عفان, 1997ء, ۴/۲-۵؛ معجم لغۃ الفقہاء ص۳۵۴

[17] نزیہ حماد. معجم المصطلحات المالیۃ والاقتصادیۃ. ص ۲۸۷

[18] القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ 2: ۱۷۳

[19] القرآن الکریم، سورۃ الأنعام 6: ۱۱۹

[20] السرخسی. المبسوط. دراسۃ و تحقیق: خلیل محی الدین. ط۱: ۲۰۰۰ء، دار الفکر، بیروت, ۱۲۱/۲، ۱۲۷؛ الزرکشی. المنثور فی القواعد. تحقیق: تیسیر فائق أحمد محمود. ط۲: ۱۴۰۵، وزارۃ الاوقاف والشؤون الاسلامیۃ، کویت، ۳/۱۳۸

[21] السیوطی. الأشباہ والنظائر. ط۳: ۱۹۸۸ء، دار الفکر، بیروت, ص ۸۴؛ ابن نجیم. الاشباہ والنظائر. ط۱: ۱۹۸۰، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص ۸۶

[22] موسوعۃ الفقہ الإسلامی. ط۱: ۱۳۹۲، مجلس الاعلی للشؤون الاسلامیۃ، القاہرۃ, ۱۴/۶۲

[23] جرجانی. التعریفات. تحقیق: ابراہیم الابیاری. ط۱: ۱۴۰۵، دار الکتاب العربی، بیروت، تحت: ضرورۃ, ص۴۲

[24] موسوعۃ الفقہ الإسلامی میں یہ فقہاء مالکیہ کا نقطہ نظر ہے۔ ۱۴/۶۲

[25] القرطبی. الجامع الإحکام القرآن. ط۳: ۱۹۶۷، انتشارات ناصر خسرو، طہران، ۱/۲۲۵

[26] الجصاص, علی بن أحمد. أحکام القرآن. تحقیق: عبد السلام محمد بن علی شاہین. ط۱: ۱۹۹۴، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱/۱۵۶

[27] ابن عربی, محمد بن عبد اللہ. أحکام القرآن. دار صادر, بیروت، ۱/ ۵۵

[28] Annual Pocket Part 1977 P.48 attached with "Words and Phrases

[29] Necessity Makes Prohibited things permissible! بحوالہ ڈاکٹر عبد المالک عرفانی: اسلامی نظریہ ضرورت، شریعہ اکیڈمی بین الأقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، ص۲۳۴

[30] یہی بات مغرب یا وضعی قانون امریکہ میں متعارف ہے، کہ وہ ہر اس چیز کو ضرورت سمجھتی جو ان کی نفسانی خواہشات ہو، حالانکہ ضرورت کی تعریف انہوں نے مختلف فیہ کی ہے کہیں خواہش شدیدہ کو ضرورت کا درجہ دیا ہے اور کبھی ضرورت کو اصل سے فرع کردیا ہو Words And Phrases Vol. 28 P 437, 438

[31] قاعدہ کے لیے دیکھئے: السیوطی، الاشباہ، ۸۴؛ ابن نجیم الاشباہ, ص ۶۵

[32] المرغینانی. الہدایۃ. طبعۃ جدیدۃ، مکتبہ ارقم، دمشق کتاب السیر، باب الغنائم ۲/655

[33] معجم لغۃ الفقہاء, ص ۳۸۱

[34] الأشباہ والنظائر، ص ۳۹, تحت قاعدہ : ماثبت بالضرورۃ یتقدر بقدرہا

[35] السبکی، تاج الدین. الأشباہ والنظائر. ط۱: 1991ء، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱/54

[36] القرآن الکریم، سورۃ المائدہ 5: ۳

[37] القرآن الکریم، سورۃ انعام 6: ۱۱۹

[38] القرآن الکریم، سورۃ النحل 16، آیۃ ۱۰۶

[39] القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ 2: ۱۷۳

[40] القرآن الکریم، سورۃ البقرۃ 2: ۸۳؛ سورۃ النحل 16: ۱۱۰

[41] Reference by the Governor General PLD 1955 FC 435 Begam Nusrat Bhutto v Chief of Army Staff& Federal of Pakistan PLD1977 SC 657, PLD1977 SC 657.

[42] PLD 1977 SC657

[43] Reference by the Governor General PLD 1955 FC 435 Necessity knows no Law.

[44] PLd 1977 SC 691 with reverence to De Smit, Constitutional and Administrative.

اس سے ظاہر ہے کہ ضرورت کے وقت ممنوع امور کو بلا قید مباح نہیں کیا جاتا، بلکہ اسی وقت تک وہ مباح رہتے ہیں جبتک حالت ضرورت قائم ہے اور وہ بھی صرف حالت ضرورت کی حد تک اس اصول کو اسلامی فقہ میں "ما ابیح للضرورۃ یقدر بقدرہا " یعنی جو چیز ضرورت کی وجہ سے مباح ہوتی ہے وہ ضرروت کی مقدار وتناسب کی حد تک مباح رہتی ہے۔

[45] زرقاء، مصطفی احمد. المدخل الفقہی العام. ط1: 1968ء, دار الفکر, بیروت، ۲/۹۹۵

[46] اس کی تفصیل اصول فقہ اور قواعد الفقہیہ میں موجود ہے۔

[47] لجنۃ من العلماء. مجلۃ الأحکام العدلیۃ. نور محمد کارخانہ تجارتِ کتب، کراچی، مادہ: ۲۱

[48] المدخل الفقہی العام, ۲/۹۹۵

[49] ابن نجیم، الأشباہ والنظائر, ص۲۵۲

[50] سیوطی, الأشباہ والنظائر، ص۱۴۱

[51] ابن نجیم. الاشباہ والنظائر، ص ۲۵۲؛ سیوطی. الأشباہ والنظائر، ص ۱۴۱

[52] المدخل الفقہی العام، ۲/۹۹۵-۹۹۶

[53] القرآن الکریم، سورۃ النحل 16: ۱۶

[54] السیوطی. الأشباہ والنظائر, ص۱۷۲؛ ابن نجیم. الأشباہ والنظائر، ص۸۶

[55] المدخل الفقہی العام، ۲/۹۹۶

[56] ایضاً

[57] مسلم بن حجاج. صحیح مسلم. دار الجیل, بیروت، کتاب الإیمان، باب کون النہی عن المنکر من الإیمان

[58] یہ سابقہ قاعدہ کے حامل مفہوم کا قاعدہ ہے، یہ قاعدہ دیکھیں: السیوطی. الأشباہ والنظائر، ص۱۷۲؛ ابن نجیم. الأشباہ والنظائر, ص۸۶

[59] الأتاسی، محمد خالد. شرح مجلۃ الأحکام العدلیۃ. المکتبۃ الحبیبیۃ، باکستان، دفعہ ۲۳, مقدمۃ اتاسی, ص۵۹

[60] المدخل الفقہی العام، ۲/۱۰۱۳

[61] شرح المجلۃ الأحکام العدلیۃ، مادہ: ۲۳

[62] عبد الرحمن بن صالح. القواعد والضوابط الفقہیۃ المتضمنۃ للتیسیر. ط۱: 2003ء, دار الکتب العلمیۃ, بیروت, لبنان, ۱/۲۵۷

[63] المدخل الفقہی العام، ۲/۹۹۷

[64] مجلۃ الأحکام العدلیۃ، مادہ: ۲۵

[65] خواجہ، غلام صادق. فلسفہ جدید کے خد وخال. سنگ میل پبلشرز، لاہور, ص ۱۷۵

[66] مرغینانی. الہدایہ. ،طبعۃ جدیدۃ: مکتبۃ ارقم، دمشق، باب الغنائم, ۲/۵۵۴

[67] البورنو, محمد صدقی. موسوعۃ القواعد الفقہیہ. ط1: 2004ء, مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۲/۲۷۱

[68] امیر بادشاہ. تیسر التحریر فی اصول الفقہ. ط۱: ۱۹۹۷، دار الکتب العلمیۃ, بیروت, ۲/۳۰۱

[69] دیکھئے: ابن نجیم. الأشباہ والنظائر, ص۸۷؛ مجلہ الأحکام العدلیہ, مادۃ۲۶؛ الزرقاء. المدخل الفقہی العام, فقرہ۵۹۳

[70] تیسر التحریر، ۲/۳۰۱

[71] شرح المجلۃ، ۱/۶۷

[72] علی حیدر. درر الحکام شرح مجلۃ الأحکام. تحقیق وتعریب: فہمی الحسینی. دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱/۳۶

[73] ابن نجیم, الاشباہ والنظائر, ص۹۶

[74] محمود الحسن عباس بنام ڈائرکٹر امور طلباء، چیئرمن الیکشن کمیٹی اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور، PLD 1979j 17